

آنسوؤں کے شریک

اشیش کمار سین

ہندوستانی اور پاکستانی نژاد امریکیوں



پشاور، پاکستان میں ایک

اکتوبر ۲۰۰۵ء کو ۷.۶ ریکٹر پیمانے کے تباہ کن زلزلے نے پاکستان اور ہندوستان کے چند حصوں کو چھوڑ کر رکھ دیا۔ اس حادثے کے چند دنوں کے اندر اندر پاکستان اور ہندو نژاد امریکی ڈاکٹروں نے مورچہ سنبھال لیا۔ اب ایسے ڈاکٹروں کی ٹیمیں ایمرجنسی آپریشنوں کے ساتھ ساتھ دور دراز کے گاؤں جانے اور زخمیوں نیز بے گھروں کے لئے ہزاروں ڈالرج جمع کرنے میں لگ چکی تھیں۔ اس جہان میں اپنا پیش بہا تعاون دینے کے بعد، ان میں سے چند ڈاکٹر، طبی آلات کی فراہمی کی اپیل کرنے اور مزید ڈاکٹروں کو لانے کے لئے امریکہ لوٹ گئے۔

ڈاکٹر امتیاز خاں کے بقول: ”لوگوں کو یہ احساس ہونا چاہئے کہ ٹریجڈی ابھی کسی معنوں میں بھی ختم نہیں ہوئی ہے۔“ ڈاکٹر امتیاز خاں ہندو نژاد امریکی فیملی ڈاکٹر ہیں جو گرین ولے، ساؤتھ کیرولینا میں پریکٹس کرتے ہیں۔ ڈاکٹر خان زلزلے کے بعد پاکستان جانے والی ڈاکٹروں کی پہلی ٹیم میں اپنے ایک پاکستانی امریکی ڈاکٹر کی درخواست پر شریک ہوئے۔

ڈاکٹر خان چینی میں پیدا ہوئے۔ ابھی وہ صرف چھ ماہ کے تھے کہ ان کا کنبہ امریکہ منتقل ہو گیا۔ ہندوستان جاتے ہوئے، دوران سفر ایک بار کراچی کے تھے۔ وہ پاکستان دیکھنے کے خواہش مند تھے۔ ڈاکٹر خان، ٹیم کے دوسرے ارکان کی معیت میں، ۱۰ اکتوبر کی رات میں مظفر آباد پہنچ گئے۔ پورا علاقہ تاریکی کی دیز چادر میں لپٹا ہوا تھا کیوں کہ زلزلے نے بجلی سپلائی کے نظم کو درہم برہم کر دیا تھا۔ انھیں کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ رضا کاروں کے جنریٹروں سے چلنے والے چند بلب ہی روشنی کا واحد ذریعہ تھے۔ وہ یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں، ”صبح کے وقت جب وہ اٹھے تو ان کے سامنے تباہیوں کا ایک ہولناک منظر تھا۔ چند علاقوں میں تو یہ تباہیاں لرزہ خیز تھیں۔“

جنوب ایشیائی ڈاکٹروں کو اپنے مغربی رفقاء کا پر اس طرح فوقیت حاصل تھی کہ وہ مقامی زبان سے واقف تھے۔ ڈاکٹر طارق بیجا پر مذاق لہجے میں کہتے ہیں: ”ہماری ٹیم کے سارے افراد گفتگو کی صلاحیت رکھتے تھے جو ان کا لب و لہجہ و لاتی ہی کیوں نہ ہو۔ ٹریفک اور بھڑھارے لئے پریشان کن نہ تھی۔ یہ تو مغرب کے داسیوں کا دروسر ہے۔“

ڈاکٹر جیما، شکاگو ٹیم ایک پاکستانی نژاد ڈاکٹر ہیں جنھوں نے ”ڈاکٹر زورلدو امد“ کے قیام میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ یہ تنظیم آفات کے شکار افراد کو طبی امداد فراہم کرتی ہے۔ اسی کی درخواست پر ڈاکٹر خان پاکستان کا دورہ کرنے والی ٹیم میں شریک ہوئے تھے۔

اس ٹریجڈی نے ہندوستانیوں اور پاکستانیوں کے درمیان رشتہ دوستی کو استوار کیا ہے۔ ڈاکٹر سعید باجوہ کے بقول: ”اس نے ہم کو بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے۔ میرے ہندوستانی دوستوں نے چندہ جمع کرنے میں میری مدد کی۔ رہی بات سرحدوں کی تو وہ اپنا وجود کھو بیٹھی تھیں۔“ ڈاکٹر سعید، انڈیا کاٹ نیو یارک ٹیم ایک پاکستانی امریکی نیوروسرجن ہیں۔ وہ پنجم ٹیم میں واقع اپ اسٹیٹ میڈیکل یونیورسٹی میں نیوروسرجری کے کلینکل پروفیسر بھی ہیں۔

ڈاکٹر فیض حسین، پیشہ ور ڈاکٹروں کی اس ٹیم میں شریک تھے جس نے ۱۱ اکتوبر کو شمالی پاکستان کے غازی پور کا دورہ کیا۔ ڈاکٹر فیض حسین جب صرف تین ماہ کے تھے تو ان کا خاندان حیدرآباد سے امریکہ منتقل ہو گیا تھا۔ قصبے کی ۹۵ فیصد آبادی زلزلے میں قلمہ اجل ہو چکی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ ”مقامی کشمیریوں کی تواضع اور ان کی قوت برداشت نے ہم لوگوں کو بے حد متاثر کیا۔“

لاس اینجلس میں داخلگی اور ایمرجنسی معالجے کے ماہر، ڈاکٹر حسین کہتے ہیں کہ زلزلے کے شکار

افراد کو ”یہ دیکھ کر راحت محسوس ہوئی کہ ہر شخص، مذہبی اور نسلی پس منظر کے علی الرغم ان کی مدد کے لئے آمادہ و مستعد ہے۔ ہمارے موجودہ گروپ میں مختلف نسلی پس منظر رکھنے والے لوگ شامل تھے۔ مقصد کی ہم آہنگی نے سب کو باہم مربوط کر دیا تھا۔“

اس ٹیم کے ایک رکن جیما راج جو شا اس خیال سے اتفاق کرتے ہیں۔ واشٹنگٹن ڈی سی میں واقع جارج واشٹنگٹن یونیورسٹی ہاسپٹل میں ایک رجسٹرڈ نرس کی حیثیت سے مصروف کار جو شا اپنے وطن بدراس سے ۱۲ سال قبل امریکہ آ گئے تھے۔ وہ ہنستے ہوئے کہتے ہیں کہ جب انھوں نے اپنی بیوی الیسٹھر، جو خود ایک نرس ہیں، کو یہ بتایا کہ وہ پاکستان کے سفر کا منصوبہ بنا رہے ہیں تو وہ ”انتہائی مضطرب“ ہو گئیں۔ ”انھوں نے چھ دنوں تک میرا پاسپورٹ چھپائے رکھا۔ وہ میری سلامتی کے تئیں بے حد فکر مند تھیں۔“ لیکن جب ان کی بیوی کو اپنے شوہر کے عزم مصمم کا پتہ چلا تو چارواں چار راضی ہو گئیں۔ پاکستان میں جس انداز سے جو شا کا خیر مقدم کیا گیا، اس سے وہ بہت متاثر ہوئے۔ وہ کہتے ہیں: ”جب مقامی لوگوں کو یہ پتہ چلا تھا کہ میں ہندی نژاد ہوں تو وہ بے ساختہ کہا کرتے تھے کہ ”یہ ہمارا بھائی ہے۔“ صرف سیاست دانوں نے دونوں کے مابین پھوٹ ڈال رکھی ہے۔“

جو شا بتاتے ہیں کہ جب پاکستان کے چند فوجی اہلکاروں نے ہندوستانی امریکی طبی کارکنوں کو شک کی نگاہوں سے دیکھا تو پاکستانی مریض اپنے معالجوں کے حق میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ”انھوں نے ہم کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ ہم پریشان نہ ہوں۔ وہ ہمارا دفاع کریں گے۔ یہ ایک بہت جذباتی تجربہ تھا۔“ جو شانے بڑی جانفشانی سے کام کیا۔ وہ صبح ۶ بجے سے ۲ بجے تک آپریشن تھمیر کے انتظامات میں مصروف رہتے تھے۔ ڈاکٹر خالد اطہر کے بقول جو شا کی جانفشانی کے بدولت ہی ڈاکٹروں کی ٹیم علاج کا وہی معیار قائم رکھنے میں کامیاب رہی جو معیار مریضوں کو امریکہ میں میسر ہوتا ہے۔ پاکستانی امریکی ڈاکٹر خالد اطہر جارج واشٹنگٹن یونیورسٹی ہاسپٹل میں اسپیشلسیٹ لوجسٹ ہیں۔ وہ اسی ٹیم کے ہمراہ پاکستان آئے تھے جس میں جو شا شریک تھے۔ ڈاکٹر اطہر کہتے ہیں: ”یہ ان کا حسن سلوک تھا کہ وہ ہمارے ساتھ پاکستان آئے۔ یہ دیکھ کر جہان

نئے زلزلہ زدگان کی مدد کی



پاکستان کے ڈاکٹر سعید باجووا

دور دائیں: ڈاکٹر امتیاز خان، جو ہندوستانی نژاد ایک امریکی فیمیلی ڈاکٹر ہیں، ایک زخمی بچے کا علاج کر رہے ہیں۔

دائیں: ڈاکٹر سعید باجووا جو پاکستانی نژاد ایک امریکی نیورو سرجن ہیں، ایک زخمی کا علاج کرتے ہوئے۔

فطری طور پر اپنے کنبے کی فکر ہوتی ہے لیکن جب آپ اس قدر زبردست تباہی کو دیکھتے ہیں تو اپنا غم بھول جاتے ہیں۔“ تباہی و بربادی کی شدت کا واضح اندازہ ہوتے ہی انھوں نے ڈاکٹر خان سے رابطہ قائم کیا اور ۱۰ اکتوبر سے ڈاکٹر ورلڈ وانڈ کی ٹیموں نے مظفر آباد اور پاکستان کی نیلم اور جھیل کی وادیوں میں مورچہ سنبھال لیا۔

چونکہ سڑکیں بری طرح ٹوٹ پھوٹ چکی تھیں اس لئے

ڈاکٹروں کو دیر تک پیدل سفر کرنا پڑتا تھا۔ چند ڈاکٹروں کو کسی قصبے تک پہنچنے کے لئے سات گھنٹوں تک سفر کرنا پڑا۔ پہلے مینینجیم نے ایمرجنسی طبی امداد پر توجہ مرکوز کی۔ ڈاکٹر چما کہتے ہیں: ”اس شدت کی تباہ کاریوں میں، ایک مینینجیم کے بعد ایمرجنسی معاملات کی تعداد گھٹ جاتی ہے کیونکہ لوگ اتنے دنوں تک ملے کے نیچے زندہ نہیں رہ پاتے۔ چنانچہ پھر ہم لوگوں کے پاس بس پرائمری معاملات ہی آتے ہیں۔“

زڑلے کی خبر ملتے ہی، ایسٹ اسٹراوڈس برگ، پنسلوانیا میں مقیم پلاسٹک سرجن، ڈاکٹر حسین ملک نے فون کے ذریعہ دوسرے پاکستانی امریکی ڈاکٹروں سے رابطہ قائم کیا تاکہ ہزاروں میل دور سے امداد کرنے کی حکمت عملی وضع کی جاسکے۔ وہ کہتے ہیں، ”جنوب مشرقی ایشیا میں سانی کی تہر سامانیوں میں بھی ہم لوگوں نے پیچھے جمع کر کے رفاہی انجمنوں کو دئے تھے۔ لیکن یہ آفت تو خود ان کے وطن مالوف میں آئی تھی اس لئے وہ اس نکلے میں راحت رسائی کے اور بھی زیادہ خواہش مند تھے۔“

ڈاکٹر ملک کہتے ہیں: ”ہمارے معالجین زلزلہ زدہ علاقوں میں خیموں میں بنائے گئے مطبوں اور اسپتالوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔“ ڈاکٹر ملک ایسوسی ایشن آف فزیشنز آف پاکستان ڈسٹنٹ آف نارٹھ امریکا کے صدر ہیں۔ یہ ایک تعلیمی و رفاہی تنظیم ہے جو کم و بیش دس ہزار ڈاکٹروں کی نمائندگی کرتی ہے۔ راحت رسائی کے ابتدائی مرحلے میں تنظیم کے اراکین نے نہ صرف امدادی رقم جمع کی بلکہ پاکستانی تنظیموں کو خیمے، سلیپنگ بیگز، کھانا، پانی اور کپڑے بھی بھیجے۔

راحت رسائی کی کوششوں میں جن تنظیموں نے اپنا تعاون پیش کیا، ان میں امریکن ایسوسی ایشن آف فزیشنز آف انڈین اور چین کا نام قابل ذکر ہے۔ اس تنظیم نے ۵،۰۰۰ ڈالر کا عطیہ پیش کیا۔ ہندوستانی امریکی ڈاکٹروں نے ۲۰۰۱ میں، گجرات میں آنے والے ہولناک زلزلے سے متاثر افراد کو طبی امداد پہنچانے کا فریضہ ادا کیا تھا۔ ان ڈاکٹروں نے بعد میں، اپنے انھیں تجربات کو بروئے کار لا کر آفات کے دوران راحت رسائی کی ایک حکمت عملی وضع کی تھی۔ سین ایٹو نیو، ٹیکساس مقیم، اے ای پی آئی کے صدر روجے این کوئی نے ”پاکستانی ڈاکٹروں سے مذاکرات کے

وششدر رہ جاتا ہوں کہ مصیبت میں لوگ کس طرح ایک دوسرے سے شکر و شکر ہو جاتے ہیں۔“ ڈاکٹر اطہر کی ٹیم نے غازی ڈویپٹہ میں ہر روز ۵۰۰ سے زیادہ مریضوں کا علاج کیا۔ وہ کہتے ہیں: ”یہ ایک ایسا تجربہ تھا جس کا تصور بھی محال تھا۔ بہت سے مریض بری طرح زخمی تھے۔ ان کے زخم انفیکٹڈ ہو چکے تھے۔ ان میں کئی مریضوں کے اعضاء جدا کئے جانے تھے کیونکہ علاج کے لئے پہاڑیوں سے نیچے آنے میں انھیں کئی دن لگ گئے تھے۔“ ڈاکٹر اطہر اور ڈاکٹر حسین، دونوں نے پاکستان میں ایک ہفتہ گزارا اور اب وہ واپس جانا چاہتے ہیں۔ ورلڈ ایکونوک فورم نے ڈاکٹر حسین کے مشن کی کفالت کا فریضہ انجام دیا۔ انھوں نے بتایا کہ پاکستانی فوج کے جوانوں نے ان کے طبی کیپ کو بھر پور تعاون دیا اور فوجی ٹیلی کا پٹر بار بار سپلائی لاتے رہے۔ انھوں نے مریضوں کو لانے میں بھی بہت مدد کی۔ ڈاکٹر حسین کہتے ہیں: ”انسانی کوششوں کے کئی پہلو ہوتے ہیں۔ طبی امداد تو محض ایک پہلو ہے۔ طبی ضروریات پوری ہو جانے کے بعد، ہالیہ کی شدید ترین سردیوں سے آبادی کو محفوظ رکھنے کے لئے طویل مدتی ضروریات کا خیال رکھنا ہوگا۔“ زلزلے کی تباہ کاریوں کے معنی مشاہدے نے، امریکہ واپس جا کر لوگوں کو واقعی صورتحال سے باخبر کرنے میں ان کی مدد کی۔ انھوں نے کئی ڈاکٹروں سے بات کی۔ ان میں سے چند ڈاکٹروں نے بعد میں پاکستان کا دورہ کیا۔ وہ کہتے ہیں: ”میں نے انھیں تازہ ترین صورت حال سے باخبر کیا تاکہ وہ بہتر طور پر تیار ہو کر سفر پر جاسکیں۔“

ڈاکٹر چما کو قدرتی آفات میں امدادی کام کرنے کا پہلا اتفاق ۱۹۹۹ میں، ترکی میں آنے والے زلزلوں میں ہوا۔ جب انھوں نے ۱۸ اکتوبر کے زلزلے کی خبر سنی تو انھیں اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر احساس ہوا کہ انھیں وہاں جا کر امداد کرنی چاہئے۔ وہ کہتے ہیں: ”قدرتی آفات میں ساری مہارت دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ چنانچہ اس ہولناک تباہی میں بھی سابقہ تجربات کس قدر کام آتے؟“ اسلام آباد میں ایک رہائشی کمپلکس ڈھے جانے کی وجہ سے چما کے دور دراز کے دو عزیز جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ وہ کہتے ہیں: ”اب یہ حادثہ میرے لئے ذاتی بن چکا تھا۔ ہر ایک کو



ڈاکٹر سعید باجوہ ڈاکٹروں کی ایک ٹیم کے ساتھ ایک زخمی کا آپریشن کر رہے ہیں۔
ڈاکٹر باجوہ نے دو ہفتوں میں تقریباً ۲۸ آپریشن کئے۔

ایک گاؤں میں ٹیکے لگانے کے لئے ان کی ٹیم کے بعض اراکین کو ۲۰ کلومیٹر تک پیدل چلنا پڑا۔ زلزلے میں بیشتر مقامی اسپتال بلبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئے۔ اے پی پی این اے نے طبی راحت رسائی کے نئے مراکز کھولنے کے بجائے اسلام آباد اور متاثرہ علاقوں میں طبی سہولیات کے مقامی مراکز کو بہتر بنانے کو ترجیح دی۔ طبی آلات مثلاً بے ہوشی لانے والی مشینیں، ایکس رے مشینیں، آلات جراحی اور صدمات سے متعلق دوسرے آلات کی فراہمی کو فوری طور پر ڈاکٹر ملک کے بقول، ان کے گروپ نے ۲ ملین ڈالر قیمت کے آلات اور دوائیں جمع کیں۔

تکرار عمل سے بچنے اور پوری توجہ مرکوز کرنے کے پیش نگاہ غیر سرکاری تنظیموں اور رضا کاروں سے درخواست کی گئی کہ وہ گاؤں اور قصبوں کو منتخب کر لیں۔ اے پی پی این اے نے لائن آف کنٹرول سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایک گاؤں کھٹانی کو منتخب کر لیا۔ ڈاکٹر ملک کہتے ہیں: ”جب ہم اس گاؤں میں پہنچے تو ہمیں معلوم ہوا کہ گاؤں والوں کے پاس پچھلے تین دنوں سے کھانے کو کچھ نہیں ہے۔“ ڈاکٹر نے کھانا، خیمے اور سلپنگ بیگز لانے کے لئے فوری طور پر پہلی کا پٹر کا انتظام کیا۔

ڈاکٹر زورلڈ وائڈ، وزارت صحت، پاکستان کے اشتراک و تعاون سے مظفر آباد کے جنوب مغرب میں ۳۰ کلومیٹر دور واقع کومی کوٹ گاؤں میں ایک ابتدائی طبی مرکز قائم کر رہا ہے۔ گروپ نے گاؤں والوں کے لئے ایک ایبولنس خریدی ہے اور پہلے سے تیار شدہ ایک فامبر گلاس اسپتال قائم کرنے کا ارادہ ہے جہاں مقامی ڈاکٹروں کو نہ صرف تربیت دی جائے گی بلکہ انھیں ملازمت بھی دی جائے گی۔ ڈاکٹر ملک کا کہنا ہے کہ ایسے مریضوں کے لئے، جن کی ریڑھ کی ہڈی مجروح ہے یا جن کے اعضاء منقطع ہیں، ایک ایسا مرکز ضرور ہونا چاہئے جہاں انھیں پروسٹھیسز اور بازو آبداری کی سہولیات مہیا کرائی جاسکیں۔

اے پی پی این اے مظفر آباد، ایبٹ آباد یا اسلام آباد میں بازو آبداری کے لئے ۲۵ سے ۳۰ بیڈ کا ایک اسپتال بنانے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔ ہندوستان میں ایک ارزاں اور دیرپا پروسٹھیسز، بے پورفٹ میں تیار کیا گیا ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر، ڈاکٹر باجوہ کہتے ہیں: ”پروسٹھیسز تیار کرنے میں ہندوستان کو مہارت تادمہ حاصل ہے۔ اگر ہندوستان ایسی کوئی مدد بھیج دے تو میں اسے خدائی تحفہ تصور کروں گا۔ یہ امداد بہترین قسم کی انسانی امداد ہوگی۔“ انھوں نے پاکستان کے لئے کم و بیش ۳ ملین ڈالر قیمت کے وہ آلات جمع کئے ہیں جو ریڑھ کی ہڈی کی جراحی میں کام آتے ہیں۔ ڈاکٹر زورلڈ وائڈ تنظیم بھی مظفر آباد میں جسمانی تربیتی علاج اور بازو آبداری کا ایک مرکز قائم کر رہی ہے۔ جمل ووکی اور ولسون کے جسمانی تربیت کے ماہرین، مرکز میں دس مقامی افراد کو تربیت دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر جیما کہتے ہیں: ”ہم چاہتے ہیں کہ تربیت حاصل کرنے والوں کی نصف تعداد عورتوں پر مشتمل ہو جو عورتوں کا علاج کرسکیں کیونکہ یہاں عورتیں مردوں سے علاج کرانے سے گریزاں ہوتی ہیں۔“

یہ معالجین اب زلزلے سے متاثر افراد پر سخت سردی کے عتاب کے تصور سے ہراساں ہیں۔ یہ فکر مندی دراصل اس محبت و ہمدردی کی آئینہ دار ہے جو ان کے غموں میں شریک ہونے کے سبب پیدا ہوئی ہے۔ حالانکہ تقریباً تمام پس ماندگان کو خیمے فراہم کر دئے گئے ہیں لیکن شدید سردی سے بچاؤ کے لئے ان میں سے بیشتر ناکافی ہیں۔ اے پی پی این اے کھٹانی میں رہنے والوں کو مکانات بنانے کے لئے دھات کی نالی دار چادریں مہیا کر رہی ہے۔ ڈاکٹر جیما کہتے ہیں: ”انھیں مٹی کی دیواروں اور دھات کی چھتوں کی ضرورت ہے کیونکہ انھیں سردی سے بچاؤ کی اشد ضرورت ہے۔“ □

مصنف کے بارے میں: ایشیا کمار سین، دانشمن متیم ایک صحافی ہیں جو دانشمن نامی نثر سے منسلک ہیں۔ وہ دی نراجیوں اور آڈٹ کک میں بھی لکھتے رہتے ہیں۔

ایک سلسلے کا منصوبہ بنایا تاکہ انھیں معلوم ہو سکے کہ کن کن امور میں تنظیم کے اراکین کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں۔“

اے اے پی نے طبی رضا کاروں کے لئے اپیل کرنے کا ایک نظام بنایا ہے۔ ڈاکٹر کوئی کی بیوی ڈاکٹر ملائگی کوئی ایک ماہر امراض دماغ ہیں۔ انھوں نے دسمبر ۲۰۰۳ء کے سنائی کے بعد ناگاپٹنم میں پس ضربی عارضے کے ڈاکٹر مریضوں کا علاج کیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ وہ زلزلے کے مارے ہوئے لوگوں کی مدد کرنے کی خواہاں ہیں۔

ڈاکٹر جیما، پاکستان میں مصروف کار رضا کاروں کے گروپ کو ”ایک ایسے سنگم“ سے تعبیر کرتے ہیں جہاں مختلف دھارے باہم مخلوط ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ”ہر شخص نے ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کام کیا، لطائف سنے اور سنائے اور ہندوستانی فلموں پر گفتگو کی۔ پہاڑیوں کے دونوں جانب تہاہیاں ہوئی ہیں لیکن ہم لوگوں کے مابین ایک سرحد حائل ہے۔ لیکن ان تمام کے باوجود ہم سب کو یہ احساس تھا کہ آفت نے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے۔“

تباہی اور مصیبت کی ہولناکیوں نے اس نطفے میں کام کرنے والے رضا کاروں کے دل و دماغ پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ ڈاکٹر باجوہ اپنی ٹیم کے ہمراہ ۱۱ اکتوبر کو اسلام آباد پہنچے جہاں سے پہلی کا پٹر کے ذریعے ایبٹ آباد، بالا کوٹ، باغ اور مظفر آباد کے مضافات گئے۔ ان کے ایک محتاط تخمینے کے مطابق، دو ہفتوں کے عرصے میں انھوں نے کم از کم ۲۸ آپریشن کئے۔ انھوں نے ایک ایسے شخص کا بھی علاج کیا جو سر میں چوٹ لگنے اور خون بہنے کے سبب کوما میں چلا گیا تھا۔ ڈاکٹر باجوہ اس شخص کو لے کر فوراً اسلام آباد واپس آئے اور اس کا آپریشن کیا۔ وہ کہتے ہیں: ”وہ شخص زندہ رہا اور اس کی صحت تیزی کے ساتھ لوٹنے لگی۔“ ڈاکٹر باجوہ جن کے رشتے دار جنوبی پنجاب میں رحیم یار خاں میں رہتے ہیں، ۱۸ سال کی ایک ایسی لڑکی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں جس کا گردن سے نیچے کا تمام جسم منقطع ہو چکا تھا: ”اس لڑکی کی آنکھوں میں بے بسی و بے کسی کی جھلک نے مجھے دہلا دیا۔“ آپریشن کے دو دنوں بعد لڑکی نے کوشش کر کے اپنا ہاتھ ہلایا۔ ”مجھے ایسا لگا جیسے سارے جہاں کی نعمت مجھے مل گئی ہو۔ یہ واقعہ میرے قلب و ذہن پر ہمیشہ کے لئے منقش ہو گیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم، لوگوں کی زندگیوں میں کیا انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔“

ڈاکٹر ملک بتاتے ہیں کہ کوششوں کے اوپر ہی صحت کے گاؤں میں انھیں ایسے افراد ملے جو شدید کہہ مرض میں گرفتار تھے اور انھیں کئی دنوں سے کوئی علاج میسر نہیں ہوا تھا۔ مظفر آباد کے نزدیک